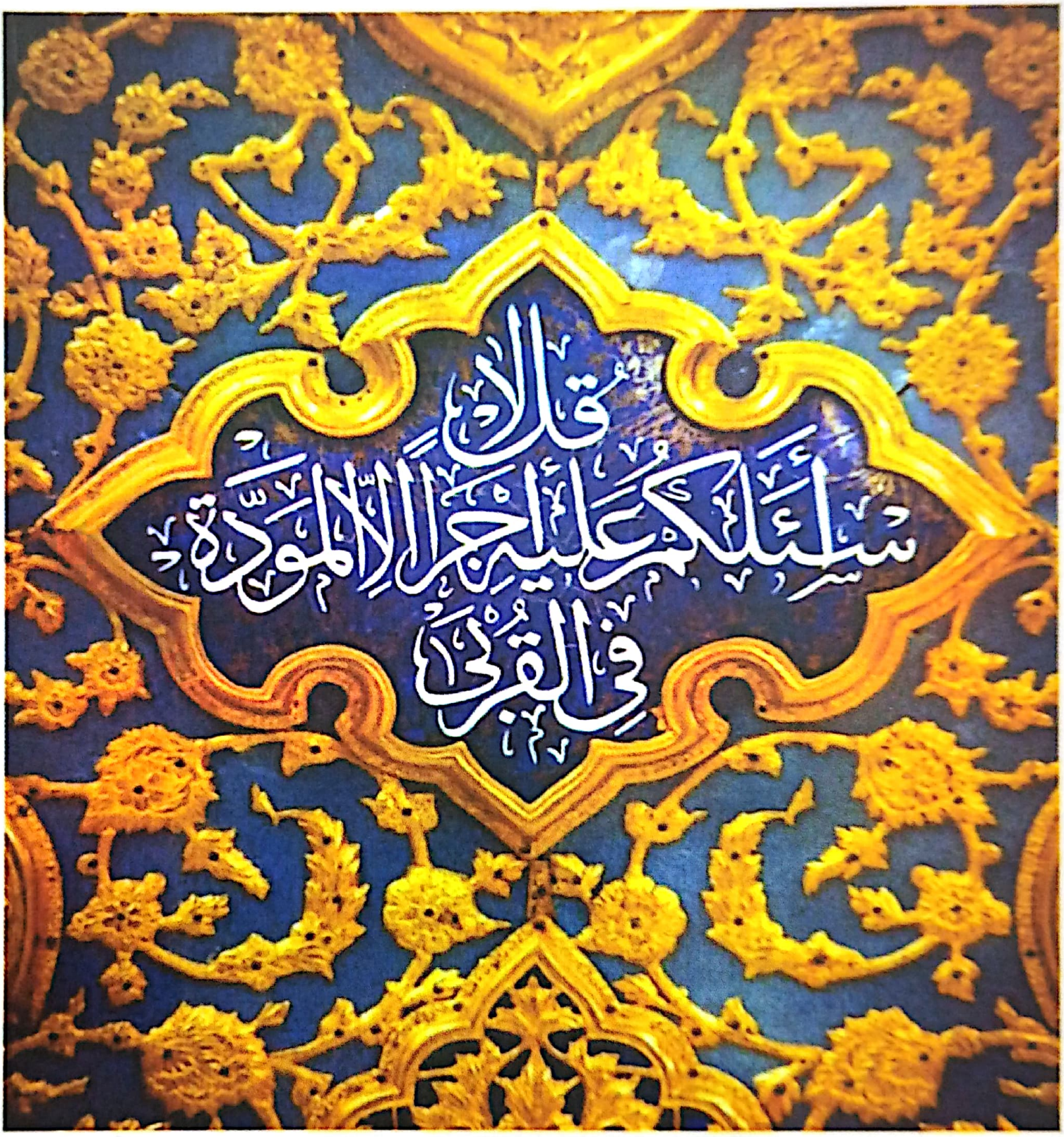
قل لا أسئلكم عليه أجرا إلا المودة في القربى

حدیث ثقلین پر امام امیر صنعانیؒ کے حواشی

مرتب

خسرو قاسم

جملہ حقوق محفوظ مرتب

نام کتاب	:	حدیث ثقلین پر امام امیر صنعانیؒ کے حواشی
مرتب	:	خسرو قاسم
صفحات	:	۲۰
سن اشاعت	:	۲۰۲۳ء
کمپوزنگ اینڈ پرنٹنگ	:	مشکوٰۃ کمپیوٹرس، علی گڑھ، 9897674550

ملنے کا پتہ

Khusro Qasim

Ali Academy

3, Raipura Lodge,

Dodhpur, Aligarh - 202002 (INDIA)

Mob. 08755878084

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب اور مصنف کا مختصر تعارف

نام ونسب:

محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد بن علی بن حفظ الدین بن شرف الدین بن صلاح ابن حسن بن مہدی بن محمد بن ادریس بن علی بن محمد بن احمد بن یحی بن حمزہ بن سلیمان بن حمزہ بن حسن بن عبد الرحمٰن بن یحی بن عبد اللہ بن حسین بن قاسم بن ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔

ان کی نسبت کحلانی بھی ہے اور صنعانی بھی۔ لقب بدر ہے اور موید باللہ بھی۔ شہرت امیر کے نام سے حاصل ہے۔ ان کو ابن امیر بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ ان کے دادا یحی بن حمزہ بن سلیمان حسنی (متوفی: ۶۳۶ھ) امیر کبیر انسان اور بہت بڑے مجاہد تھے، اسی وجہ سے ان کے گھرانے کو ''بیت امیر'' کے نام سے جانا جاتا تھا اور اسی نسل سے امیر محمد بن اسماعیل کا تعلق تھا۔

ولادت اور نشو ونما:

ابن امیر صنعانی کی ولادت ''کحلان'' میں جمعہ کی رات میں ۱۵/ جمادی الاخری ۱۰۹۹ھ کو ہوئی۔ ۱۱۰۷ھ میں وہ اپنے والد کے ساتھ صنعاء منتقل ہو گئے اور تادم آخریں صنعاء ہی میں رہے اور وہیں وفات پائی، اسی وجہ سے انھیں صنعانی بھی کہا جاتا ہے۔ انھوں نے صنعاء کے علماء کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کیا اور پھر صنعاء سے مزید علم کے حصول کے لیے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور ان دونوں مقدس شہروں میں موجود علماء سے حدیث کی تعلیم حاصل کی اور ان سے اجازہ بھی لیا۔ اس طرح بہت جلد وہ

مختلف علوم وفنون میں ممتاز ہو گئے ،اپنے معاصرین سے سبقت حاصل کی اور صنعاء میں ان کو علمی ریاست کا منصب جلیل عطا ہوا۔

اسمائے اساتذہ:

امام صنعانی نے یمن کے اندر اور یمن سے باہر جن اساتذہ سے استفادہ کیا ہے،ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) والد گرامی امیر اسماعیل بن صلاح (۱۰۷۲ھ-۱۱۴۶ھ)۔

(۲) صنعاء کے استاذ الاساتذہ زید بن محمد بن حسن (۱۰۷۵ھ-۱۱۲۳ھ)

(۳) حسین بن عبدالقادر بن علی صنعانی البدر (۱۱۲۰ھ-۱۱۹۸ھ)

(۴) صلاح بن حسین اخفش (متوفی:۱۱۴۲ھ)

(۵) علامہ مجتہد عبدالقادر بن علی بدری ثلائی (۱۰۷۰ھ-۱۱۶۰ھ)

(۶) شاعر قاضی علی بن محمد بن عنسی صنعانی (متوفی:۱۱۳۹ھ)

اسمائے تلامذہ:

کتب سیر وتراجم میں ابن امیر صنعانی کے بہت سے شاگردوں کا ذکر ملتا ہے، ان میں چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:

(۱) احمد بن محمد بن عبدالہادی بن صالح قاطن حبابی (۱۱۱۸ھ-۱۱۹۹ھ)

(۲) عبدالقادر بن احمد بن عبدالقادر بن ناصر بن عبدالرب (۱۱۳۵ھ-۱۲۰۷ھ)

(۳) محمد بن احمد بن جاراللہ مشحم صعدی ثم صنعانی (متوفی:۱۱۸۱ھ)

(۴) سید حسین بن عبدالقادر بن علی بن مہدی (۱۱۲۰ھ-۱۱۹۸ھ)

(۵) سید محمد بن اسحاق بن امام مہدی (۱۰۹۰ھ-۱۱۶۷ھ)

مولفات اور تراث علمی:

جہاں تک سوال ابن امیر صنعانی کی مولفات اور ان کی علمی تراث کا ہے تو ان کی

تعداد سو (۱۰۰) سے بھی اوپر ہے۔نواب سید صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ ان کی مولفات تقریباً ایک سو ہیں جن میں سے اکثر ان کے پاس موجود ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اب تک ان کی بیشتر تصانیف اور رسائل مخطوطہ کی شکل میں تھے لیکن اب ان کی اشاعت ہو چکی ہے۔ان کی بعض اہم تصانیف یہ ہیں:

(۱) سبل السلام شرح بلوغ المرام

(۲)منحة الغفار حاشية على ضوء النهار.

(۳) إسبال المطر على قصب السكر.

(۴)جمع الشتيت فى شرح أبيات التثبيت.

(۵) توضيح الأفكار فى شرح تنقيح الأنظار.

(۶)العدة على شرح العمدة

(۷)التحبير شرح على كتاب تيسير الوصول إلى جامع الأصول.

(۸)الروضة الندية شرح التحفة العلوية.

(۹)اللمعة بتحقيق شرط الجمعة.

(۱۰)ثمرات النظر فى علم الأثر

(۱۱)استيفاء الأقوال فى بيان تحريم إسبال الثياب على الرجال.

(۱۲)ديوان محمد بن إسماعيل الأمير

وفات:

ابن امیر صنعانی رحمہ اللہ نے ایک بھرپور علمی اور دعوتی زندگی گزارنے کے بعد ۸۳ سال کی عمر میں بروز بدھ ۳ شعبان المعظم ۱۱۸۲ھ کو وفات پائی۔

فرحمة الله تعالى عليه وأسكنه فسيح جناته والحمد لله أولا وأخيرا.

زیر مطالعہ مختصر رسالہ:

۲۰۱۵ھ میں محمد صبحی بن حسن حلاق کی تحقیق کے ساتھ امیر صنعانی کے رسائل اور فتاوی کا مجموعہ دس جلدوں میں "دار ابن کثیر للطباعة والنشر والتوزیع" سے "عون القدیر من فتاوی ورسائل ابن الأمیر" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔اس کے صفحات کی مجموعی تعداد ۸۲۴۰/ ہے۔اسی مجموعے میں امیر صنعانی کا ایک مختصر رسالہ بہ عنوان "بحث فی الثقلین: الکتاب والعترة" بھی شامل ہے۔بعض حضرات نے اس رسالہ کو یہ نام دیا ہے: سوال وجوابه عن حدیث الرسول ﷺ: قد ترکتم علی البیضاء لیلها ونهارها سواء۔

کسی سائل نے علامہ صنعانی سے مشہور حدیث "حدیث ثقلین" کی وضاحت طلب کی تھی اور اس میں جو اشکالات ہیں، ان کو دور کرنے کی استدعا کی تھی۔انھوں نے محدثانہ طریقے پر حدیث کی وضاحت کی ہے اور سائل نے جو اشکالات ظاہر کیے تھے، ان کو دور فرمایا ہے۔اسی ضمن میں انھوں نے امت میں اہل بیت کرام کا جو مقام ہے، اس کی وضاحت بھی کی ہے۔

علامہ صنعانی نے محدثانہ طریقے پر حدیث پر فنی گفتگو کی ہے اور اس کے ایک جملے کی وہ تشریح کی ہے جو دل کو لگتی ہے۔انھوں نے یہ وضاحت بھی کردی ہے کہ علمائے متقدمین میں سے کسی نے میرے علم کی حد تک اس کی وضاحت اس طرح نہیں کی ہے جس طرح میں نے کی ہے۔

آئندہ صفحات میں قارئین ذی اکرام کی خدمت میں اسی استفتاء نما رسالہ کا اردو ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دست بہ دعا ہوں کہ مصنف کو اجر جزیل عطا فرمائے اور ہمارے دلوں کو بھی محبت اہل بیت اطہار سے روشن فرمائے۔آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن اور اہل بیت دونوں کو اللہ کے رسول ﷺ نے ''ثقلین'' سے نسبت دی ہے، یہ حدیث جو ''ثقلین'' کے نام سے مشہور ہے درجۂ تواتر تک پہنچ گئی ہے، اور ہر دور میں کثرت سے علماء اور محدثین نے اسے اپنی اپنی کتب میں نقل کیا ہے، مگر ہم یہاں صرف دو کتابوں سے اس کے متون نقل کر رہے ہیں، پہلی صحیح مسلم ہے:

حدثني زهير بن حرب وشجاع بن مخلد جميعاً عن ابن علية ، قال زهير: حدثنا اسماعيل بن إبراهيم، حدثني أبو حيان، حدثني يزيد بن حيان قال: انطلقت أنا وحصين بن سبرة وعمر بن مسلم إلى زيد بن أرقم فلما جلسنا إليه قال له حصين: لقد لقيت يا زيد خيراً كثيراً رأيت رسول الله ﷺ وسمعت حديثه وغزوت معه وصليت خلفه ،لقد لقيت يا زيد خيراً كثيراً، حدثنا يا زيد ما سمعت من رسول الله ﷺ، قال: يا ابن أخي والله لقد كبرت سني وقدم عهدي ونسيت بعض الذي كنت أعي من رسول الله ﷺ ،فما حدثتكم فاقبلوا وما لا فلا تكلفونيه، ثم قال: قام رسول الله ﷺ يوماً فينا خطيباً بماء يدعى خماً بين مكة والمدينة فحمد الله وأثنى عليه ووعظ وذكر ،ثم قال: أما بعد ألا أيها الناس! فإنما أنا بشر يوشك أن يأتي رسول ربي فأجيب ،وأنا تارك فيكم ثقلين كتاب الله فيه الهدى والنور، فخذوا بكتاب الله واستمسكوا به، فحث على كتاب الله ورغب فيه، ثم قال: وأهل بيتي، أذكركم الله في أهل بيتي، أذكركم الله في أهل بيتي، أذكركم الله في أهل بيتي، أذكركم الله في أهل بيتي. فقال له حصين: ومن أهل بيته يا زيد ؟ أليس نساؤه من أهل بيته؟ قال نساؤه من أهل بيته، ولكن أهل بيته من حرم الصدقة بعده، قال: ومن هم؟ قال: هم آل علي وآل عقيل وآل

جعفر و آل عباس،قال: کل هؤلاء حرم الصدقة ،قال :نعم.
(صحیح مسلم،جلد دوم، باب فضائل علیؓ،ص ۲۷۹،طبع نور محمدی، دہلی۔)

مسند امام احمد بن حنبل میں یہ حدیث پاک آٹھ مقامات پر نقل ہوئی ہے، ہم اس میں سے صرف چار متون نقل کر رہے ہیں:

روایت اول:

حدثنا عبد الله حدثنی أحمد بن حنبل حدثنا أسود بن عامر حدثنا إسرائيل بن يونس عن عثمان بن المغيرة عن على بن ربيعة قال:لقيت زيد بن أرقم وهو داخل على المختار أو خارج من عنده فقلت له:أسمعت من رسول اللهﷺ يقول:إنى تارک فيكم الثقلين؟ قال:نعم.

روایت دوم:

حدثنا عبد الله حدثنی أبی ابن نمير حدثنا عبد الملك بن أبی سليمان عن عطية العوفی عن أبی سعيد الخدریؓ قال:

قال رسول اللهﷺ :إنی قد تركت فيكم ما إن أخذتم به لن تضلوا بعدی،الثقلين،أحدهما أكبر من الآخر، كتاب الله حبل ممدود من السماء إلى الأرض وعترتی أهل بيتی ،وإنهما لن يفترقا حتى يردا على الحوض.

روایت سوم:

حدثنی أبی حدثنا أسود بن عامر أخبرنا أبو إسرائيل يعنی إسماعيل بن إسحاق الملالی عن عطية عن أبی سعيد قال:قال رسول اللهﷺ :إنی تارک فيكم الثقلين،أحدهما أكبر من الآخر، كتاب الله حبل ممدود من السماء إلى الأرض وعترتی أهل بيتی ،وإنهما لن يفترقا حتى يردا على الحوض.

روایت چہارم:

حدثنی أبی ثنا أبو نصر ثنا محمد يعنی ابن طلحة عن الأعمش عن عطية العوفی عن أبی سعيد الخدریؓ عن النبیﷺ قال:إنی أوشک أن

أدعی فأجیب،وإنی تارک فیکم الثقلین، کتاب اللہ عزوجل وعترتی أھل بیتی،وإن اللطیف الخبیر أخبرنی أنھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض،فانظروا بم تخلفونی فیھما.

اب اس حدیث پاک کی شرح میں علماء کے کچھ اقوال نقل کرتے ہیں:

طیبی اپنی کتاب ''کاشف شرح مشکوٰۃ'' میں حدیث ثقلین کی شرح میں لکھتے ہیں:

''قرآن کے ساتھ تمسک کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اس پر عمل کیا جائے،اور وہ اس کے اوامر کی اطاعت وپیروی اور اس کے نہی سے اعراض کرنا ہے،اور عترت کے ساتھ تمسک کے معنی یہ ہیں کہ ان سے محبت کی جائے،ان سے ہدایت حاصل کی جائے،اور ان کی سیرت کی پیروی کی جائے''۔

سعدالدین تفتازانی ''شرح مقاصد'' میں حدیث ثقلین نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت ﷺ نے اہل بیت کو اس سلسلہ میں قرآن کے مصاحب قرار دیا کہ ان دونوں کے ساتھ تمسک و وابستگی گمراہی سے بچانے والی ہے،اور قرآن کے ساتھ تمسک کرنے کے معنی سوائے اس کے کچھ اور نہیں کہ اس سے علوم ومعارف اور ہدایت حاصل کی جائے،اور یہی معنی عترت کے ساتھ تمسک کرنے کے ہیں''۔

ابن حجر مکی ''صواعق محرقہ'' میں حدیث ثقلین نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

''رسول خدا ﷺ نے قرآن اور عترت کو جو ان کے اہل،نسل اور قریب ترین رشتہ دار ہیں،ثقلین کہا ہے،کیوں کہ نفیس اور محفوظ رکھنے والی شیء کو ثقل کہتے ہیں،اور یہ دونوں (قرآن اور عترت) بھی ایسے ہی ہیں،کیوں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک علوم لدنی کا معدن اور اسرار وحکم اور احکام شرعیہ کا منبع ہے،اسی وجہ سے حضرت ﷺ نے لوگوں کو ان کی پیروی،ان سے تمسک اور ان سے علم حاصل کرنے کی ترغیب وتشویق دی ہے...''۔

(صواعق محرقہ:ص ۹۰۔)

نورالدین سمہودی طرق حدیث ثقلین نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

''چونکہ قرآن اور عترت میں سے ہر ایک علوم لدنی کا معدن،اسرار وحکم شرعی کا منبع

اور استخراج حقائق کا خزانہ ہے، اس لئے حضرت ﷺ نے ان دونوں کو ثقلین کہا، اور بعض روایتوں کے مطابق لوگوں کو اپنے اہل بیت کی اقتدا، ان کے ساتھ تمسک اور ان سے حصول علم کی ترغیب وتشویق دی ہے..''۔ (جواہر العقدین: ج ۲، ص ۹۳۔)

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

قرآن کے ساتھ تمسک کرنے کے معنی اس کے جملہ اوامر پر عمل اور اس کے جملہ نواہی سے اعراض کرنا ہے، اور پیغمبر کی عترت کے ساتھ تمسک کا مطلب ان سے محبت اور ان کی سیرت کی پیروی کرنا ہے''۔ (شرح الشفاء، ج ۳، ص ۴۱۰۔)

اسی سے ملتی جلتی باتیں مناوی نے ''فیض القدیر'' ج ۳، ص ۱۴ پر، عزیزی نے ''السراج المنیر'' ج ۲، ص ۵۱ پر، شباب خفاجی نے ''نسیم الریاض'' ج ۳، ص ۴۱۰ پر، زرقانی نے ''شرح المواھب اللدنیہ'' میں ج ۷، ص ۷ پر کہی ہیں۔

ملا علی قاری ''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' میں حدیث ثقلین کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن الملک کا کہنا ہے کہ کتاب خدا سے تمسک کے معنی یہ ہیں کہ اس پر عمل کیا جائے، یعنی اس کے اوامر کی اطاعت اور اس کے نواہی سے اجتناب کیا جائے، اور عترت کے ساتھ تمسک کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ان کے ساتھ محبت اور ان کی سیرت کی تقلید وپیروی کی جائے، سید جمال الدین نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ جب ان کی سیرت وہدایت دین کے مخالف نہ ہو، لیکن میں کہتا ہوں کہ حضرت ﷺ کے ارشاد کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی عترت کی سیرت وہدایت ہمیشہ شریعت وطریقت کے مطابق ہوا کرے گی، لہذا اس اضافی شرط کی ضرورت نہیں ہے''۔ (المرقاۃ فی شرح المشکوٰۃ، ج ۵، ص ۶۶۰۔)

مناوی ''فیض القدیر'' میں حدیث کے اس جملے ''لن یفترقا حتی یردا علی الحوض'' کی توضیح میں لکھتے ہیں:

''اس میں اس بات کی طرف اشارہ بلکہ تصریح ہے کہ دونوں کبھی جدا نہیں ہونے والے ہیں، اور ان ہی کو حضرت ﷺ نے اپنا جانشین بنایا اور امت سے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے، ان کے حقوق کو اپنے حقوق پر ترجیح دینے اور دینی امور میں ان کے دامن سے

وابستہ رہنے کی سفارش کی ہے....''۔(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ج ۲، ص ۱۷۴۔)

زرقانی اسی بات کو لکھنے کے بعد کہتے ہیں:

''حضرت ﷺ کی وصیت کو اس جملہ سے تقویت ملتی ہے'' دیکھو میرے بعد ان دونوں کے ساتھ سلوک کرتے رہو'' یعنی ان دونوں کی پیروی کر کے مجھے خوش کرو گے یا ان کی پیروی نہ کر کے مجھے ناراض کرو گے''۔

اہل بیتؑ کی پیروی قرآن جیسی:

رسول خداؐ نے اہل بیتؑ کی اقتداء اور پیروی کو قرآن کے اوامر ونواہی کی اطاعت کی طرح واجب قرار دیا ہے اور حضرتؐ نے اس سلسلے میں واضح لفظوں میں اتمام حجت کیا ہے۔

مولوی محمد مبین ''وسیلۃ النجاۃ'' میں نقل حدیث ثقلین کے بعد اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

''حضرتؐ نے جو تین مرتبہ فرمایا: میں تمہیں اہل بیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں، اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ خدا سے خوف کھاؤ اور اہل بیت کے حقوق کی رعایت کرو اور ان کی اطاعت ومحبت کا جامہ تن کرو، اور اعضا و جوارح سے اہل بیت کے اوامر کی اطاعت و پیروی اور دل سے ان کی محبت اسی طرح واجب ہے جس طرح کتاب خدا کے احکام کا امتثال۔''

''جب ہم نے حدیث ثقلین پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ اس میں اہل بیت کے ساتھ تمسک کرنے کے تصریح ہوئی ہے اور ان کی پیروی، قرآن کی پیروی جیسی ہے اور ان کے متعلق یہ حکم خدا کی جناب سے رسول خدا کے پاس حوض کوثر پر وارد ہونے تک ہے۔''

رشید الدین دہلوی ''إیضاح لطافة الأاقوال'' میں تحریر کرتے ہیں:

''اہل سنت، ثقلین سے وابستہ ہیں اور حدیث ''انی تارک فیکم الثقلین'' کے مطابق عترت طاہرہ کے ساتھ تمسک کرنے کو قرآن کے ساتھ تمسک کی طرح واجب قرار دیتے ہیں.....''

حضرتؐ کے ارشاد ''ما إن تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی'' سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اہل بیت کی اطاعت و پیروی واجب ہے، اس لیے کہ امت اسلامیہ کو گمراہی

سے محفوظ رکھنے کے لیے حضرتؐ نے اس پیروی کو واجب قرار دیا تھا۔ شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) نے اعتراف کیا ہے کہ ''حدیث ثقلین'' اہل بیت کے ساتھ وابستہ رہنے پر دلالت کرتی ہے۔

اور یہ کہ اس حدیث میں تمسک کے معنی اتباع اور پیروی کے ہیں، تو اس کی مشہور علمائے اہل سنت نے خود تصریح کی ہے، ملاحظہ کیجئے:

ملا علی قاری ''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' میں حدیث ثقلین کی شرح میں لکھتے ہیں:

''ابن الملک کا کہنا ہے کہ کتاب خدا سے تمسک کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس پر عمل کیا جائے یعنی اس کے اوامر کی اطاعت اور اس کے نواہی سے اجتناب کیا جائے اور عترت کے ساتھ تمسک کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ان کے ساتھ محبت اور ان کی سیرت کی تقلید و پیروی کی جائے، سید جمال الدین نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ جب ان کی سیرت و ہدایت دین کے مخالف نہ ہو، لیکن میں کہتا ہوں کہ حضرتؐ کے ارشاد کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی عترت کی سیرت و ہدایت ہمیشہ شریعت وطریقت کے مطابق ہوا کرے گی۔ لہٰذا اس اضافہ شرط کی ضرورت نہیں ہے۔''

منادی ''فیض القدیر'' میں حدیث کے اس جملے ''لن یفترقا حتی یردا علیّ الحوض'' کی توضیح میں لکھتے ہیں:

''اس میں اس بات کی طرف اشارہ بلکہ تصریح ہے کہ یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہونے والے ہیں اور ان ہی کو حضرتؐ نے اپنا جانشین بنایا اور امت سے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے، ان کے حقوق کو اپنے حقوق پر ترجیح دینے اور دینی امور میں ان کی دامن سے وابستہ رہنے کی سفارش کی ہے.....''

زرقانی اسی بات کو لکھنے کے بعد لکھتے ہیں:

''حضرتؐ کی وصیت کو اس جملے سے تقویت ملتی ہے ''دیکھو میرے مرنے کے بعد ان دونوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہو'' یعنی ان دونوں کی پیروی کر کے مجھے خوشنود کرو گے یا ان کی پیروی نہ کر کے مجھے ناراض کرو گے۔''

ثناءاللہ پانی پتی ''سیف المسلول'' کے خاتمہ میں کشف والہام کے ذریعہ ائمہ اثنا عشر کی امامت کو ثابت کرنے کے بعد کہتے ہیں:

''اہل بیت کی امامت کا استنباط کتاب خدا اور حدیث پیغمبرؐ سے بھی کیا جاسکتا ہے، ارشاد الٰہی ہے ''قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ'' جب کہ انبیاء ماسبق نے اپنی امت سے کہا تھا ''ہم تم سے تبلیغ رسالت کی کوئی اجر نہیں مانگتے اس کا اجر تو خدا کے ذمے ہے'' مگر حضرتؐ اسلوب کلام بدل دیا اور اجر رسالت کا سوال خود امت سے کیا، اس کی حکمت یہ ہے کہ انبیاء ماسبق کی شریعت ان کے مرنے کے بعد منسوخ ہوجاتی تھی، جب کہ حضرتؐ نے کی شریعت ابدی ہے، لہٰذا امت کے لیے ضروری ہے کہ وہ بعد پیغمبرؐ آپ کے نائب کی طرف رجوع کرے، اسی وجہ سے حضرتؐ نے امت کو اپنی آل کی محبت کا حکم دیا اور ان کے دامن سے وابستہ رہنے کے لیے کہا، کیونکہ وہی وارثان پیغمبر اور آپ کے علوم کے دروازے ہیں، چنانچہ فرمایا: ''ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی'' یعنی میں نے تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑیں ایک کتاب خدا اور دوسرے میری عترت، نیز فرمایا: أنا مدینة العلم و علی بابها' یعنی میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔''

لفظ ''ثقلین'' پیروئ اہل بیت کی دلیل:

رسالت مآب نے اس حدیث میں قرآن اور اہل بیت کو ''ثقلین'' کہا ہے، یہ لفظ خود ہی پیروئ اہل بیت پر واضح دلیل ہے، اس لیے کہ بہت سے جید علماء اہل سنت نے ''ثقلین'' کی یہ وجہ تسمیہ بیان کی ہے کہ ''ان دونوں کا لینا اور ان پر عمل کرنا اور ان کی اطاعت کرنا ثقیل و دشوار ہے'' اور یہ بات واضح ہے کہ احکام قرآن کا حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا واجب ہے، لہٰذا اہل بیت کے دامن سے وابستہ رہنا اور ان کے اوامر پر عمل کرنا بھی واجب ہوگا۔

''اہل بیت سلام اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں ہمیں مشہور ''حدیث تمسک'' نظر آئی، جب اس کے راویوں کے متعلق تحقیق کرنی شروع کی تو دیکھا کہ اسی حدیث کو ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری نے اپنی ''صحیح'' (صحیح مسلم) میں نقل کیا ہے، اس میں زید بن ارقم سے منقول حدیث کے الفاظ یہ ہیں: مکہ اور مدینہ کے درمیان اس تالاب پر جو ''خم'' کہلاتا تھا، رسول خداؐ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا اور پندو نصیحت کے بعد فرمایا: اے لوگو! میں ایک بشر ہی تو ہوں، عنقریب میرے پروردگار کی طرف سے پیغامبر آنے والا ہے اور میں اس کی آواز پر لبیک کہنے والا ہوں، میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، ایک کتاب خدا جس میں نور و ہدایت ہے، لہٰذا کتاب خدا کو مضبوطی سے پکڑو اور اس سے وابستہ رہو، حضرتؐ نے کتاب خدا سے تمسک پر زور دیا اور اس کی طرف ترغیب و تحریض کے بعد فرمایا: اور دوسرے میرے اہل بیت ہیں، پھر تین مرتبہ اس جملے کی تکرار کی: میں تمہیں اہل بیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں۔

جب میں نے اس حدیث پر غور کیا تو دیکھا کہ آنحضرتؐ نے قرآن اور اہل بیت کو ''ثقلین'' سے تعبیر کیا ہے اور ''ثقل'' اس نفیس شی کو کہتے ہیں جس کی حفاظت کی جائے، لہٰذا ''ثقلین'' سے تعبیر کی وجہ سے جن اوصاف کی بنیاد پر قرآن کی نفاست و محافظت ہے، ان ہی کی وجہ سے اہل بیت کی بھی نفاست و محافظت ہے، اور چونکہ قرآن معارف الٰہی کا منبع ہے، لہٰذا اہل بیت بھی معارف الٰہی اور احکام شرعی کا منبع ہیں، اس بات کی تائید حضرتؐ

کے اس ارشاد سے ہوتی ہے ''وہ وقت دور نہیں ہے کہ میرے پروردگار کی طرف سے پیغامبر آئے اور میں اس کی آواز پر لبیک کہوں، میں تم میں دو گرانقدر چیزیں (ثقلین) چھوڑے جاتا ہوں'' ایسا کیوں نہ ہو اس لیے کہ پیغمبر اسلامؐ اپنے بعد اپنی امت کو سوائے قیام حق اور اتباع سنت کے کوئی اور وصیت نہیں کر سکتے، لہٰذا امت کے درمیان ''ثقلین'' کو چھوڑنا اور ان کے ساتھ تمسک کی وصیت کرنا صرف اس لیے تھا کہ یہ دونوں معارف الٰہیہ کے پہنچانے اور ان کی طرف راہنمائی کرنے میں آپ (رسول خداؐ) کے خلیفہ و جانشین ہیں۔

پس جس طرح حضرتؐ نے کتاب خدا سے تمسک کی وصیت کی اسی طرح اہل بیت کے ساتھ تمسک کی وصیت کی، کیونکہ "اھل بیتی" (میرے اہل بیت) عطف ہے "اولھما" (ان دو میں پہلی) پر، اور از لحاظ قرینہ، "ثانیھما" (ان میں دوسری) پوشیدہ ہے یا یہ (ثانیھما) بغیر پوشیدہ معنی بھی سمجھا جا سکتا ہے اور یہ صحیح نہیں ہے کہ "اھل بیتی" ''کتاب اللہ'' پر عطف کیا جائے، کیونکہ اس کا لازمہ یہ ہوگا کہ کتاب خدا اور اہل بیت دونوں ''پہلے ثقل'' ہیں اور دوسرے ''ثقل'' کا اصلاً ذکر ہی نہیں ہے (جب کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں دو ثقل چھوڑے جاتا ہوں) لہٰذا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسم کے اس جملے کی تین بار تکرار کہ ''میں تمہیں اہل بیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں'' کو حمل کریں گے مبالغہ پر اور اس پر کہ اہل بیت کے ساتھ تمسک کرنا واجب اور ان سے روگردانی حرام ہے۔

اور اگر "فتمسکوا بکتاب اللہ" پر "اھل بیتی" کو عطف کریں اور اس سے یہ سمجھ میں آئے کہ جن کے ساتھ تمسک کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان کی دوسری فرد ''اہل بیت'' کی ہے تو اس صورت میں مسلم کی حدیث میں جہاں قرآن کے ساتھ تمسک کی تصریح ہوئی ہے وہیں اہل بیت کے ساتھ بھی تمسک کی تصریح ہوئی ہے۔

یہ ساری بحث حدیث ثقلین کے الفاظ سے تھی، اور جب میں ''صحیح مسلم'' میں موجود حدیث ثقلین کی تفسیر و تشریح کر رہا تھا، اس وقت میری نظر ترمذی کی اس حدیث پر پڑی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑے جاتا

ہوں کہ اگر انہیں اختیار کیے رہو تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے، ان میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے، ایک خدائے بزرگ و برتر کی کتاب جو آسمان سے زمین تک ایک دراز رسی ہے اور دوسرے میری عترت و اہلبیت، یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں، پس دیکھو میرے بعد تمہارا ان کے ساتھ کیسا سلوک رہتا ہے۔

دیکھا کہ اس حدیث میں حضرتؐ نے اہلبیت کے ساتھ تمسک کی تصریح کی ہے اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اہل بیت کی پیروی کرنے والا قرآن کی پیروی کرنے والے کی طرح حق پر ہے اور ان کے ساتھ تمسک کا حکم خود خدا نے دیا ہے، اور حوض کوثر پر پہنچنے تک کوئی ایسی بات نہیں کہی جاسکتی ہے جو ان کی شان کے خلاف ہے، بلکہ حضرتؐ نے اس حدیث میں بڑے بلیغ انداز میں قرآن و اہلبیت کے ساتھ تمسک کرنے کی ترغیب و تحریص اس طرح کی ہے کہ ''پس دیکھو میرے بعد تمہارا سلوک ان دونوں کے ساتھ کیسا رہتا ہے'' گویا ''ترمذی'' کی حدیث ''صحیح مسلم'' کی حدیث کی تفسیر کر رہی ہے۔

میں نے صرف ان ہی دو اسناد پر توقف نہیں کیا بلکہ دوسرے طرق و اسناد کو تلاش کرنا شروع کیا تا کہ اس حدیث کی صحت میں اور اضافہ ہو جائے تو دیکھا کہ احمد بن حنبل نے اپنی ''مسند'' میں ان الفاظ میں اس حدیث کو نقل کیا ہے ''قریب ہے میں بلایا جاؤں اور مجھے جانا پڑے، میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، ایک خدائے بزرگ و برتر کی کتاب جو ایک دراز رسی ہے آسمان سے زمین تک اور دوسرے میری عترت جو میرے اہلبیت ہیں، اور خدائے لطیف و خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں، تم خود ہی سوچو کہ تمہیں ان دونوں کے ساتھ کیا رویہ رکھنا چاہیے'' اس حدیث کی سند میں جھول نہیں ہے اور اس کو قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اس حدیث سے اور باتیں آشکار ہوئیں اور وہ یہ کہ یوں تو ہر قول پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی کے مطابق ہے لیکن یہ ایسی حدیث ہے جس کے وحی کے مطابق ہونے کی خود پیغمبر نے یوں خبر دی ہے، ''أخبرنی اللطیف الخبیر'' یعنی خداوند لطیف و خبیر نے

مجھے خبر دی ہے، اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن کی طرح اہلبیت بھی حق پر ہیں اور وحی منزل کی طرح اہلبیت کو بھی خدا نے ہر خطا ولغزش سے محفوظ رکھا ہے اور حضرت کا فرمانا کہ ''یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے'' یہ صرف ایک دعا نہیں ہے (کیونکہ یہ بعید ہے) بلکہ ایک خبر ہے جس کو پیغمبرؐ منجانب خدا پہنچا رہے تھے، کیونکہ دعا تو پہلے ہی قبول ہوگئی تھی، جیسا کہ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا ''انی سئلت لهما ذلك'' یعنی میں نے ان دونوں (قرآن واہلبیت) کو خدا سے مانگا، گویا حضرتؐ قبول دعا کی خبر دے رہے تھے۔

''ان میں جدائی نہیں ہوگی'' کا مطلب یہ ہے کہ ان میں حکم میں جدائی نہیں ہوگی، یعنی جس چیز کا قرآن نے حکم نہیں دیا ہے اس کا اہلبیت بھی حکم نہیں دیں گے، اور علماء کے بقول سنت پیغمبرؐ، کتاب میں داخل ہے اور حضرت کا اہلبیت کے ساتھ تمسک کی طرف ترغیب وتحریص کا مقصد یہ تھا کہ احکام الٰہی ان ہی سے لیا جائے، اسی لیے اہل بیت کو قرآن کا قرین ومصاحب قرار دیا اور قرآن کی طرح اہلبیت کی اتباع کو ضلالت وگمراہی سے تحفظ کی سپر بتایا، لہٰذا ان کے ساتھ تمسک کا مطلب ان سے صرف مودت ودوستی نہیں ہے بلکہ ان کے فرامین پر عمل پیرا ہونا ہے۔

علوم کے حصول میں بھی اہل سنت کے ساتھ تمسک کی حدیث میں تصریح ہوئی ہے، قریش کے متعلق حدیث میں ہے "وتعلموا منهم فانهم اعلم منكم" یعنی قریش سے علم لو کیونکہ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں، تو جب یہ بات علمائے قریش کے لیے ثابت ہے تو پھر اہلبیت کے لیے بطریق اولیٰ ثابت ہوگی، کیونکہ اہلبیت کو کچھ ایسے امتیازات حاصل تھے جن سے قریش محروم تھے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور ارشاد ملا جس میں علم کو آپ نے معیار امامت وخلافت قرار دیا ہے، آپ نے فرمایا- الحمد الذی جعل فینا الحكمة اهل البيت''، یعنی شکر ہے خدا کا جس نے ہم اہلبیت میں حکمت کو قرار دیا، پس معلوم ہوا کہ یہی وہ عارف وعالم ہیں جن کے ساتھ تمسک کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان سے علم حاصل

کرنے کا ارشاد ہوا ہے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو "ثعلبی" نے اپنی تفسیر میں (امام) جعفر صادق سے "واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا" کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہم ہی وہ حبل اللہ ہیں جس کے بارے میں ارشاد ہوا "واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا"

ایسا کیوں نہ ہو، جب کہ "ثقلین" میں سے ایک "ثقل" وہ ہیں، اور جس طرح دوسرا "ثقل" قرآن ایک حبل اللہ ہے آسمان سے زمین تک اسی طرح اس خاندان نبوت کے افراد ایک "ثقل" ہیں چنانچہ ان میں سے ایک (حضرت علیؑ) اپنے اور اپنی اولاد کی نسبت کہتے ہیں:

وفينا كتاب الله انزل صادقاً وفينا الهدىٰ والوحى والخير يذكر، ہم میں کتاب اللہ اتری اور ہم میں ہی وحی و ذکر الٰہی و خیر ہے۔

اہل بیت کی شان میں جو آیات نازل ہوئی ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جس کا ذکر کیا گیا، اور ایسی تمام آیات کا ذکر ابن حجر مکی نے "الصواعق المحرقۃ" میں کیا ہے، اسی طرح اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے، جو سید الساجدین علیہ وعلی آباۂ وابناۂ التسلیمات الطیبات الزاکیات سے منقول ہے کہ جب آپ اس آیۂ کریمہ "يا ايها الذين امنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين" کی تلاوت فرماتے تھے تو ایک طویل دعا پڑھتے تھے جس طلب درجات عالیہ و درجہ صادقین اور ان اذیتوں کا ذکر ہوتا تھا جو بے دینوں کے ہاتھوں خاندان نبوت کے ائمہ دین کو پہنچتی تھیں، اس کے بعد آپ فرماتے تھے کہ ان لوگوں نے ہمارے حق میں کمی کی اور قرآن شریک کے معنی میں جھگڑا کیا اور اس کی تفسیر اپنی رائے سے کی اور جو تفسیر احادیث سے ثابت ہوتی تھی اس کو چھوڑ دیا، اس امت کے ناخلف لوگ کس درجہ کو پہنچے ہیں اور ملت کے ارکان منہدم ہو گئے اور امت میں تفرقہ اور اختلاف پڑ گیا، یہاں تک کہ ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے حالانکہ ارشاد الٰہی ہے کہ تم ان لوگوں کے ایسے نہ ہو جانا جو روشن دلیلیں آنے کے بعد بھی آپس میں پھوٹ ڈال کر بیٹھ رہے" پس صاحبان کتاب اور ائمہ ہدیٰ سے زیادہ کون ابلاغ حجت اور تاویل قرآن کے لیے اہل ہو سکتا

ہے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے ذریعے خدا نے اپنے بندوں پر حجت تمام کی، کیونکہ بغیر حجت خدا کے ساری مخلوق شتر بے مہار کی طرح ہوتی ہے، ایسے ائمہ ہدیٰ سوائے شجرۂ مبارکہ کی شاخوں کے اور کہیں نہیں ملتے، یہی وہ لوگ ہیں جن سے خدا نے ہر طرح کے رجس کو دور رکھا اور آفات ونقصانات سے بری کیا اور ان کی محبت امت پر فرض کی۔ (ثعلبی کا قول ختم ہوا)

ابن حجر نے ''صواعق محرقہ'' میں ایسا ہی کہا ہے:

پس ائمہ ہدیٰ کے کلام سے ہمیں تمسک کے معنی اس طرح معلوم ہو گئے کہ پھر کسی شک کی گنجائش نہیں رہی، احادیث صحیحہ کی روشنی میں ''اہلبیت'' کی یہی تفسیر ثابت ہے، اس کے علاوہ بہت سی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اہل بیت سے یہی پنجتن پاک مراد ہیں، اس سلسلے میں ہماری تحقیقی کتاب ہے، طالبات حق اس کی طرف رجوع کریں۔

جب ہم کو یہ سب ''صحیح مسلم'' میں ملا تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہیں، جو ائمہ اہل بیت ہیں اور یہ ائمہ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں پر ان ہی خصوصیات کی وجہ سے فوقیت رکھتے تھے، لہٰذا ہم کو یقین ہو گیا کہ تمام احادیث تمسک کے مصداق یہی لوگ ہیں اور ان کے سوا اور کوئی ان احادیث کے اطلاق کا اہل نہیں ہے اور ان احادیث سے جن میں تمسک اہل بیت کا حکم دیا گیا ہے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں سے ایسے لوگ جو تمسک کے اہل ہیں قیامت تک باقی رہیں گے جس طرح کتاب خدا تا قیامت باقی رہے گی، اسی وجہ سے ابن حجر نے ''صواعق محرقہ'' میں کہا ہے کہ ''حدیث میں ہے کہ اہلبیت امان ہیں اہل زمین کے لیے، اور اس پر روایت گزشتہ دلالت کرتی ہے کہ ہر ایک زمانہ میں میری امت میں میرے اہلبیت کے عادل افراد ہوں گے اور ظاہر ہے کہ ان میں سب سے زیادہ اہل وحقدار جن سے تمسک کا حکم دیا گیا ان کے امام وعالم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں، چنانچہ حضرت ابوبکر کہا کرتے تھے کہ علی، عترت رسول ہیں، یعنی ان لوگوں میں سے ہیں جن سے تمسک کا حکم دیا گیا ہے، ابوبکر نے علی کو اہلبیت وعترت سے مخصوص کیا ہے۔'' (یہ تھا ابن حجر کا بیان)

جب تخریج حدیث اور اس کے معنی کے تحقیق سے میں فارغ ہوا تو اس کے طرق و

اسناد پر نظر پڑی، دیکھا یہ حدیث بہت سے طرق کے ساتھ تقریباً ۲۰ صحابیوں سے مروی ہے، ان چند طرق میں ہے کہ یہ حدیث حجۃ الوداع میں بیان کی، بعض میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں مدینہ میں بیان کی، جبکہ آپ کا حجرہ اصحاب سے بھرا تھا، غدیر کے موقع پر بھی بیان کی اور واپسی کے وقت طائف میں بھی، حقیقت یہ ہے کہ ان سب جگہوں پر بھی یہ حدیث ارشاد فرمائی اور دوسری جگہوں پر بھی تاکہ قرآن وعترت کی عظمت لوگوں پر واضح ہوجائے، طبرانی نے ابن عمر سے اپنی اسناد سے نقل کیا ہے کہ مرتے وقت آخری فقرہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، یہ تھا: میرے بعد میری عترت واہلبیت کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

اور جب حدیث ثقلین کی صحت ثابت ہوگئی اور اس کے الفاظ اور اس کے معانی کی دلالت تمہیں معلم ہوگئی جیسا کہ ہم نے بیان کیا اور جب آیہ تطہیر کی تفسیر ومعانی بھی اس کے مطابق ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ جس میں ذرا سا بھی انصاف کا شائبہ ہے وہ شک کرے کہ کن لوگوں پر یہ حدیث اور یہ آیہ صادق آتے ہیں، کون لوگ اس آیت اور اس حدیث کے مصداق ہیں اور کن لوگوں پر اس آیت اور اس حدیث کا اطلاق ہوتا ہے، یہ لوگ یقیناً بارہ امام اہلبیت میں سے اور **سیدہ نساء عالمین بضعة رسول الله خدام الائمة زهرا طاهره علی ابیها وعلیها الصلوٰة والسلام** ہیں جن کے معصوم ہونے میں مطلقاً شک نہیں، جس طرح کہ ان میں سے مہدی علیہ السلام معصوم اور عدم الخطاء ہیں، یہی معنی شیخی الاکبر نے بیان کیے ہیں بلکہ یہ حدیث اپنے قوی اسناد وصحت کے لحاظ سے دوسری احادیث کی بہ نسبت زیادہ معتبر ہے۔"